پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت سے متعلق پاکستانی مسلم علماء کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Views of Pakistani Muslim Scholars on the Legal Status of Prize Bonds

Dr. Muhammad Zafar Iqbal Jalali
Head department of Islamic Studies, ICB College, Islamabad
drzafarjalali@gmail.com

Muhammad Rafaqat Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Karachi University.
jalaly786@gmail.com

ABSTRACT

Every human being wants to have enough wealth at all times to meet his needs and to cope with sudden accidents easily. For this purpose, he works day and night and is anxious to spend his wealth in a business in which he can save his real wealth and make a profit. To meet these objectives, various schemes have been introduced at government and private levels which offer protection of real property as well as profit. Prize bonds are also counted in the same schemes where a person buys prize bonds from a bank for money and can sell them whenever he wants for the same amount of money. The government of Pakistan has announced various rewards to encourage the purchase of prize bonds. There are two groups of Pakistani Muslim scholars regarding the purchase and sale of prize bonds and the Shari'ah ruling on the rewards they receive. Some have called it illegitimate because it contains such evils as usury and gambling, while others have called it legitimate. It was necessary to analyze the positions of these two groups and their arguments. The article under review has been written for the same purpose.

Keywords: Shari’ah, Prize bonds, Legal status, Pakistani Muslim Scholars.

1۔ موضوع تحقیق کا تعارف، ضرورت واہمیت اور پسِ منظر

انسانوں کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ پیش آمدہ مصائب و آلام سے خوف زدہ رہتے ہیں، وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ اُن کے پاس ہر وقت اتنے مال وزر کا ذخیرہ موجود ہو جس کے ذریعے وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کو پورا کر سکیں اور اچانک رونما ہونے والے حوادثات کا سامنا کرنے کے لیے دوسروں کی محتاجی سے بچ جائیں۔ اسی نظریے کے تحت معاشرے کا ہر فرد اپنے پاس کچھ نہ کچھ سنبھال کر رکھتا ہے۔ یہ جمع شدہ سرمایہ اکثر لوگوں کے پاس پڑا رہتا ہے، مدتوں تک اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ جدید معاشی نظام میں اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس جمع شدہ سرمایہ کو استعمال کر کے سرمایہ داروں کے مقاصد پورے کیے جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف محفوظ اور متعمد طریقے اپنائے گئے۔ ہر انسان کی چاہت ہوتی ہے کہ اس کا مال محفوظ بھی رہے اور اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے۔ اسی چاہت کو پورا کرنے کے لیے ان طریقوں میں اصل رقم پر اضافی رقم کا لالچ بھی دیا گیا۔ پرائز بانڈ بھی انہی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، یہ بانڈ اسٹیٹ بینک جاری کرتا ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے بھاری انعامات کا بھی اعلان کرتا ہے۔ لوگ پرائز بانڈ خریدتے ہیں اور قرعہ اندازی میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو انعامات بھی دیے جاتے ہیں۔ پرائز بانڈ کا لین دین اور اس پر ملنے والی انعامی رقم سے متعلق محققین نے بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ پاکستانی محققین کے ایک گروہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے کہ پرائز بانڈ کا لین دین اور اس پر ملنے والی اضافی رقم حرام ہے[1] جبکہ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے کہ پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس پر ملنے والی اضافی رقم لینا جائز ہے۔[2] ضرورت اس امر کی ہے کہ محققین کے ان دونوں گروہوں کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ہی زیر نظر مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

2۔ سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

یہ موضوع بڑا اہم ہے، اسی اہمیت کے پیشِ نظر مختلف محققین نے اس اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں سے سمیع اللہ کی "پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت"[3] بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس موضوع پر لکھے گئے تحقیقی مقالات میں سعیدہ خانم کا "پرائز بانڈ سے متعلق علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ[4]" بڑی اہمیت

کا حامل ہے۔ ان کتب ومقالات میں زیر نظر موضوع کے جزوی پہلوؤں پر گفتگو ضرور کی گئی ہے لیکن پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت سے متعلق پاکستانی مسلم علماء کی آراء ذکر کر کے اُن کا تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ اسی خلا کو پُر کرنے کے لیے زیر نظر مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔

3۔ پرائز بانڈ کا تعارف

انعامی بانڈز وہ تمسکات ہیں جن کے ذریعے حکومت لوگوں سے پیسے وصول کرتی ہے اور دینے والوں کو ترغیب کی خاطر اس مال کو تجارتی و صنعتی مقاصد میں لگا کر منافع کماتی ہے۔ خریدنے والوں کی ترغیب کی خاطر حاصل ہونے والے منافع میں سے انتظامی اخراجات علیحدہ کر کے باقی کی کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعے خریدنے والوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ یہ انعامات سب کو نہیں ملتے بلکہ صرف انہی لوگوں کو ملتے ہیں قرعہ اندازی میں جن کے نام نکلتے ہیں ۔پرائز بانڈ مختلف مالیت کے ہوتے ہیں مثلاً پچاس، سو، دو سو، پانچ، سات سو پچاس، ہزار اور پندرہ سو وغیرہ۔

4۔ پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت سے متعلق پاکستانی مسلم علماء کی آراء

وہ سارے بانڈز جن میں خریدار کو بغیر کمی و بیشی کے اصل رقم پوری کی پوری واپس مل جاتی ہے ، لیکن اُن میں خریداروں کو رغبت دلانے کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعے انعام دیا جاتا ہے، اُن کے جواز اور عدم جواز سے متعلق محققین کا اختلاف ہے۔ پہلے عدم جواز کے قائل علماء کے موقف کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے:

پرائز بانڈ کی حرمت کے قائل پاکستانی مسلم علماء

ا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی

سید ابوالاعلیٰ مودودی پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور ان میں ملنے والے انعامات کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انعامی بانڈز سے متعلق صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ بانڈز بھی اسی نوعیت کے قرضے ہیں جو حکومت اپنے مختلف کاموں میں لگانے کے لیے لوگوں سے لیتی ہے اور ان پر سود ادا کرتی ہے ، فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ہر وثیقہ دار کو اس کی دی ہوئی رقم پر فرداً فرداً سود دیا جاتا تھا مگر اب جملہ رقم کا سود جمع کر کے اسے چند وثیقہ داروں کو بڑے بڑے "انعامات" کی شکل میں دیا جاتا ہے اور اس امر کا فیصلہ کہ یہ "انعامات" کن کو دیے جائیں

، قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے، پہلے ہر وثیقہ دار کو سود کا لالچ دے کر اس سے قرض لیا جاتا تھا، اب اس کے بجائے ہر ایک کو یہ لالچ دیا جاتا ہے کہ کہ شاید ہزاروں روپے کا انعام تیرے ہی نام نکل آئے، اس لیے قسمت آزمائی کر لے۔ یہ صورتِ واقعہ صاف بتاتی ہے کہ اس میں سود بھی ہے روح قمار بھی، جو شخص یہ وثائق خرید تا ہے، وہ اولاً اپنا روپیہ جان بوجھ کر ایسے کام میں قرضے کے طور پر دیتا ہے جس میں سود لگایا جاتا ہے۔ ثانیاً جس کے نام پر "انعام" نکلتا ہے اسے در اصل وہ سود اکٹھا ہر کر ملتا ہے جو عام سودی معاملات میں فرداً فرداً ایک ایک وثیقہ دار کو دیا جاتا تھا۔ ثالثاً جو شخص بھی یہ وثیقے خرید تا ہے وہ مجرد دنہیں دیتا بلکہ اس لالچ میں قرض دیتا ہے کہ اسے اصل سے زائد " انعام" ملے گا اور یہی لالچ دے کر قرض لینے والا اس کو قرض دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لیے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے۔ رابعاً جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت " انعام" دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے، جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام " انعامات" نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود، جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن (قرض دار) کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے، انہیں نہیں ملتا بلکہ قرعہ کے ذریعہ سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس بناء پر یہ بعینہٖ قمار تو نہیں مگر اس میں روحِ قمار ضرور موجود ہے۔[5] سید ابو الاعلیٰ مودودی کے نزدیک انعامی بانڈز میں سود تو پایا جاتا ہے لیکن یہ قمار نہیں بلکہ قمار کی روح پائی جاتی ہے۔ انہوں اس کو لاٹری کے مشابہ قرار دیا ہے کہ لاٹری اور اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ لاٹری میں انعام یافتہ کے علاوہ باقی سب کے پیسے واپس نہیں کیے جاتے جبکہ انعامی بانڈز میں کسی خریدار کی اصل رقم ضبط نہیں کی جاتی بلکہ اُن کو واپس مل جاتی ہے

۔

۲۔ فتاویٰ بینات

یہ ماہنامہ بینات کراچی میں دار الافتاء جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے شائع شدہ فتاویٰ اور فقہی مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں پرائز بانڈ کے حوالے لکھتے ہیں کہ اسٹیٹ بینک کے جاری کردہ ''پرائز بانڈ'' کی خرید و فروخت میں بنیادی

طور پر دو مقاصد و فائدے ملحوظ ہوتے ہیں: ۱: قرعہ اندازی میں شرکت کر کے منافع کا حصول۔ ۲: رقم کا تحفظ یعنی پرائز بانڈ کے ذریعہ رقم کو محفوظ کر لیا جاتا ہے کہ نقدی کی ضرورت پیش آنے پر پرائز بانڈ کو بیچ کر اس کی اصل قیمت کے بقدر نقد حاصل کر لیا جائے۔ اگر پرائز بانڈ کی خرید و فروخت کا صرف یہی یعنی دوسرا مقصد ہو تو اس کا مباح ہونا ظاہر ہے، پس جس نے جتنی مالیت کا بانڈ خریدا ہے، اسے اسی قیمت پر آگے فروخت کرنا چاہئے، اگر اس طرح کرتا ہے تو یہ خرید و فروخت جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی ۵۰۰ سو کا پرائز بانڈ ۵۰۰ سے زائد میں فروخت کرے تو یہ جائز نہیں ہو گا۔ لیکن اگر پہلی صورت میں قرعہ اندازی میں شرکت کرتے ہوئے منافع کے حصول اور انعام کی غرض سے پرائز بانڈ کی خرید و فروخت ہو تو ناجائز ہے، انعام نکلنے کی صورت میں بانڈ کی مالیت سے اضافی رقم خالصۃً سود ہو گا، جبکہ قرعہ اندازی میں شرکت قمار (جوا) کے حکم میں ہے، جو کہ حرام ہے اور حرام مال کو کسی نیک کام میں صرف کرنا بھی جائز نہیں، البتہ اگر لاعلمی کی بناء پر انعام کی رقم لی گئی اور واپسی ممکن نہیں تو فراغ ذمہ کی نیت سے ثواب کی نیت نہ رکھتے ہوئے کسی مستحق فرد کو دیدینا چاہئے۔ بایں ہمہ "پرائز بانڈ" کی خرید و فروخت اور کاروبار سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہئے خواہ وہ گنجائش والی صورتیں ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ "پرائز بانڈ" کے اجراء کے بنیادی مقاصد میں بیان کردہ دوسرا مقصد (رقم کا تحفظ) بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، کیونکہ اسٹیٹ بینک بانڈ اسی لئے جاری کرتا ہے کہ قرعہ اندازی میں انعام کی لالچ میں لوگ زیادہ سے زیادہ "بانڈ" خریدیں، اگر کوئی دیندار مسلمان یہ مقصد سامنے بھی نہ رکھے، بلکہ محض رقم کے تحفظ کا مقصد ملحوظ ہو تو بھی "اسٹیٹ بینک" کے ناجائز مقاصد کی ترویج میں عملاً حصہ دار بن رہا ہے، اس لئے دیندار مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ رقم کے تحفظ کی غرض سے بھی "پرائز بانڈ" کی خرید و فروخت نہ کریں تا کہ ان کا عمل کسی فتنہ کا باعث نہ بنے۔[6] اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر پرائز بانڈ صرف مال کے تحفظ کے لیے خریدا جائے، اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی خرید و فروخت جائز ہے لیکن اگر پرائز بانڈ قرعہ اندازی میں شرکت کے لیے خریدا گیا تو ناجائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں سود اور قمار دونوں لازم آتے ہیں جو کہ حرام ہیں۔

۳۔ مفتی سمیع اللہ

ان کے نزدیک پرائز بانڈ کی خرید و فروخت جائز ہے نہ قرعہ اندازی کے ذریعے ملنے والی انعامی رقم۔ بانڈ ہولڈر جب حکومت کو یا کسی مالیاتی ادارے کو قیمت دیکر بانڈ حاصل کر لیتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اتنے روپے اس ادارے کو قرض دیے اور ادارے نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ واقعتاً مذکورہ شخص نے ہمیں اتنے روپے قرض دیے جس کا ثبوت اور دستاویز ادارے کی طرف سے جاری کردہ بانڈز ہیں۔ بانڈز جاری کرنے والا ادارہ خود اس کو قرض سمجھتا اور لکھتا ہے لہذا شرعاً بھی قرض شمار ہوگا اور رقم جمع کرانے والا بھی اسے قرض خیال کرتا ہے۔ اس لیے کہ رقم دینے والے کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر میرے نام کا انعام نکل گیا تو مجھے اضافی رقم مل جائے گی جو کہ دی ہوئی رقم سے کئی گنا زائد ہوتی ہے۔ اگر اضافی رقم حاصل نہ کر سکا، تو بانڈ دے کر میں واپس اپنی اصل رقم حاصل کر سکتا ہوں اور قرض کی حقیقت بھی یہی ہے۔ مزید یہ کہ تمام معاصر فقہاء نے بھی اس معاملے کو قرض قرار دیا ہے۔ یہ معاملہ چونکہ قرض ہے اور اس پر ملنے والی رقم سود ہے تو سودی عقد ہونے کی وجہ سے پرائز بانڈ لیناہی جائز نہیں ہے۔ [7]

۴۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی

ان کے فتاویٰ جات احسن الفتاویٰ کے نام سے دس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ پرائز بانڈ سے متعلق کہتے ہیں کہ انعامی بانڈز خریدنا جائز نہیں، سود اور جوا کا مجموعہ ہے اور حرام در حرام ہے۔ [8]

۵۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس پر ملنے والی رقم سے متعلق لکھتے ہیں کہ انعامی بونڈز کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے حقیقتاً یہ سود کی ایک شکل ہے۔ انعامی بونڈز کے اِنعام میں ملنے والی رقم حرام ہے اور اس کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ بینک جب انعامی بونڈز کی کوئی سیریز نکالتا ہے اور اس سیریز کے ذریعہ سے جو رقم وہ عوام سے کھینچ لیتا ہے اس رقم کو عموماً بینک کسی کو سودی قرضے پر دے دیتا ہے۔ جس شخص کو قرضہ دیتا ہے اس سے بینک سود وصول کرکے اس سودی رقم میں سے کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے کہ جنھوں نے انعامی بونڈز خریدے تھے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کے بعد جو رقم لوگوں کو ملتی ہے وہ اصل میں سود ہی کی رقم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بینک اس رقم کو سودی قرضے پر نہیں دیتا بلکہ اس کو کسی کاروبار

میں لگاتا ہے اور اس کاروبار سے جو نفع ہوتا ہے وہ نفع قرعہ اندازی کے ذریعہ بونڈز خریدنے والوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے، پھر بھی انعامی بونڈز پر ملنے والی رقم جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اوّل تو پارٹنرشپ کے بزنس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے، جبکہ یہاں بینک کی طرف سے نقصان کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ دُوسری بات یہ کہ تجارتی اور شرعی اُصول کے مطابق پارٹنرشپ کے کاروبار میں جب نفع ہوتا ہے تو اس نفع میں سے ہر شریک کو اتنے فیصد ہی حصہ ملتا ہے کہ جتنے فیصد اس نے روپیہ لگایا ہے، نفع کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ کرنا، اس میں بہت سوں کے ساتھ ناانصافی ہونا یقینی بات ہے، لہٰذا پرائز بونڈز کا انعام ہر اعتبار سے ناجائز اور حرام ہے۔ اور یہ درحقیقت سود اور جوئے دونوں کا مرکب ہے، اگرچہ بینک اسے "اِنعام" ہی کہتا رہے۔ زہر کو اگر کوئی تریاق کہے تو وہ تریاق نہیں بنتا، بلکہ زہر اپنی جگہ زہر ہی رہتا ہے۔ یہ وہی پُرانی شراب ہے جو نئی بوتلوں میں بند کرکے، نئے لیبل کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔[9] انہوں نے پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس پر ملنے والی رقم کو اس لیے ناجائز قرار دیا ہے کہ یہ سود اور جوئے کا مرکب ہے اور سود اور جوا دونوں حرام ہیں، اس لیے پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس پر قرعہ اندازی کے ذریعے ملنے والی رقم دونوں ناجائز ہیں۔

٦۔ مفتی عبدالسلام چاٹگرامی

پرائز بانڈ سے متعلق مفتی عبدالسلام چاٹگرامی لکھتے ہیں کہ اب تک قمار بازی کے معاملات میں جو نئے نام اور نئے عنوانات سے دھوکے دیے جارہے ہیں وہ یہ ہیں:

ا۔ مختلف کمپنیوں اور حکومت کے اداروں کی طرف سے مختلف ناموں سے انعامی بانڈز کے ذریعے سرمایہ بڑھانے کی اسکیم اور قرعہ اندازی اور لاٹری کے ذریعے سرمایہ کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ امیر بنانے والے پروگرام۔[10] یہ تمام حضرات اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس سے قرعہ اندازی سے حاصل ہونے والے انعامات حرام ہیں۔ البتہ حرمت کے اسباب و وجوہات مختلف ہیں۔ کچھ نے سود اور قمار دونوں کو حرمت کی علت قرار دیا ہے جبکہ کچھ نے صرف سود کو حرمت کی علت قرار دیا ہے۔ اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ محققین کے اس گروہ کے نزدیک پرائز بانڈز کی خرید و فروخت کرنا ناجائز ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے ملنے والے انعامات کا حصول بھی ناجائز ہے۔

پرائز بانڈ کی حلت کے قائل پاکستانی مسلم علماء

پہلے موقف کے برعکس محققین کے ایک گروہ کے نزدیک پرائز بانڈ کی نہ صرف خرید وفروخت کرنا جائز ہے بلکہ قرعہ اندازی کے ذریعے ملنے والے انعامات کا حصول بھی جائز ہے۔ ذیل میں اس موقف کے حامی علماء کرام کی آراء بیان کی جارہی ہیں:

ا۔ علامہ غلام رسول سعیدی

علامہ غلام رسول سعیدی نے پرائز بانڈ کی خرید وفروخت اور قرعہ اندازی کے ذریعے اس پر ملنے والے انعامات کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک انعامی بانڈز کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لیے جاانعام جاری کیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربوٰ یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔[11] انعامی بانڈ کی حرمت کے قائلین نے ربوٰ اور قمار کے سبب سے اس کو حرام قرار دیا تھا تو علامہ غلام رسول سعیدی نے ان کے دلائل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ ربوٰ کی دو اقسام ہیں: ربوٰ الفضل اور ربوٰ النسیئۃ۔ یہ انعام ربوٰ الفضل اس لیے نہیں ہو سکتا کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ربوٰ الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف میں زیادتی ہے جبکہ یہاں پر جنس ایک نہیں ہے کیونکہ پرائز بانڈ کی بیع کرنسی نوٹوں کے بدلے ہوتی ہے نہ پرائز بانڈ کے عوض۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ربوٰ الفضل میں حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے، ان کے نزدیک ربوٰ الفضل سونے، چاندی یا کھانے اور پینے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ انعامی بانڈز اس قبیل سے نہیں ہیں۔ امام مالک کے ہاں ربوٰ الفضل ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن میں غذائیت ہو یا وہ چیزیں قابل ذخیرہ ہوں، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے نزدیک حرمت کی علت ناپ اور تول ہے اور ربوٰ الفضل صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن کی بیع ناپ اور تول سے کی جاتی ہو اور ظاہر ہے کہ انعامی بانڈز اس جنس سے نہیں ہیں۔ ربوٰ الفضل صرف اس وقت متحقق ہو گا جب بانڈز کی بانڈز کے عوض کی بیع کی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان میں ربوٰ النسیئۃ بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ ربوٰ النسیئۃ تب پایا جاتا ہے جب قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربوٰ النسیئۃ ہے۔ قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں سوس کی اسی قسم کا رواج تھا۔ قرآن کریم نے اسی کو حرام قرار دیا ہے اور سود کی یہ قسم قطعی ہے۔ انعامی بانڈز میں چونکہ مدت کے عوض

اضافہ کی شرط نہیں ہوتی اس لیے اس پر ربوٰالنسیئہ کی تعریف صادق نہیں آتی اور بغیر شرط لگائے اگر مقروض قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد دے تو یہ جائز ہے۔[12] بغیر شرط لگائے قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد دینے کا ذکر احادیث سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ رجلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ يتقاضاه بعيرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: أَعْطُوه، فَقَالُوا: ما نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سنه، فَقَالَ الرَّجلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ:" أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً-[13]

"ایک شخص نبی کریم ﷺ سے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے اس کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے وہی اونٹ دے دو کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔"

کچھ علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ مشہور ہے کہ حکومت بانڈز خریدنے والوں کو انعامات دیتی ہے اور ہر خریدنے والے ذہن میں انعامی بانڈز خریدتے وقت انعام کا ہی تصور ہوتا ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اس لیے اگرچہ بانڈز خریدنے والا بالفعل اصل سے زائد رقم لینے کی شرط نہیں لگاتا لیکن عرف اس کا قائم مقام ہے کہ وہ شرط لگا رہا ہے۔ اس لیے بطور انعام اس کو جو رقم ملے گی وہ سود ہی ہے۔ حکومت کسی خاص خریدار یا تمام خریداروں سے سودی معاہدہ نہیں کرتی اگر حکومت کا طریقہ کار یہ ہوتا کہ وہ تمام خریداروں کو اصل سے کچھ زائد رقم ادا کرتی تو پھر بانڈز خریدتے وقت شرط لگاتا یا نہ لگاتا عرف کی وجہ سے اس کی شرط تسلیم کی جاتی اور زیادتی سود شمار کی جاتی۔ عرف یہ ہے کہ لاکھوں خریداروں میں سے چند خریداروں کو انعام ملتا ہے اور ہر خریدار انعام کی امید میں بانڈز خریدتا ہے اور ظاہر ہے کہ انعام کی امید انعام کی شرط کے مترادف اور قائم مقام نہیں ہے اور جس خریدار کے نام انعام کا قرعہ فال نکلتا ہے انعام کی امید رکھنے کے باوجود اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اس کو انعام مل جائے گا پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس نے بانڈز خریدتے وقت حکماً اس زائد رقم کو لینے کی شرط لگائی تھی اس لیے یہ زائد رقم سود ہے۔[14] انعامی بانڈز کی خریداری اور اس سے ملنے والے انعامات کو ناجائز قرار کے سلسلہ

میں یہ بات یہ کہی گئی حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور انعامی بانڈز اس قرض کی رسیدیں ہیں۔یاد رکھیں کہ انعامی بانڈز کو قرض نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرض میں ضروری ہے کہ ایک مدت معین کے لیے رقم لی جائے اور اگر اس پر سود دینا ہے تو اس مدت کے بعد سود دیا جائے۔ انعامی بانڈز کا اولاً تو عنوان ہی خرید و فروخت ہے قرض نہیں ہے۔ دوم اس کے لین دین میں مدت کا تعین نہیں ہوتا کہ انعامی بانڈز کے بھنانے کے لیے اتنی مدت تک بانڈز رکھنا ضروری ہے۔یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔اس لیے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

انعامی بانڈز کے انعامات کو ناجائز قرار دینے کے سلسلہ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ بانڈز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوتی ہے حکومت اس رقم کو سود پر قرض دیتی ہے اور اس سود میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے لیکن چونکہ کاروبار میں نفع و نقصان کی شراکت نہیں ہوتی اس لیے یہ نفع ناجائز ہے اور اس نفع سے جو انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں وہ بھی ناجائز ہیں۔ یہ اعتراض انعامی بانڈز کے طریقِ کار کے بارے میں صحیح معلومات ہونے پر مبنی ہے، انعامی بانڈز کو فروخت کرنے والی حکومت ہے بینک نہیں ہے، بینک لوگوں سے جو سرمایہ لے کر جمع کرتا ہے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور حکومت لوگوں سے انعامی بانڈز یا دوسرے ذرائع سے جو روپیہ حاصل کرتی ہے اس کو وہ اپنے منصوبہ جات اور اخراجات پر خرچ کرتی ہے، حکومت اپنی مختلف اسکیموں کی تکمیل کے لیے جس طرح بیرونِ ملک سے قرضہ جات لیتی ہے اسی طرح اندورنِ ملک عوام سے بھی اپنی اسکیموں کے لیے قرضہ جات لیتی ہے اور انعامی بانڈز کی فروخت سے رقم فراہم کرتی ہے، حکومت کا معاملہ بینک سے بالکل الگ ہے، حکومت انعامی بانڈز کو بینک کے ذریعے فروخت کرتی ہے اس بناء پر ان لوگوں نے سادہ لوحی سے یہ سمجھ لیا کہ انعامی بانڈز کی بیع و شراء میں بینک فریق ہے جبکہ بینک صرف واسطہ ہے اور فریق حکومت ہے اور اگر بالفرض حکومت اس رقم کو کسی کاروبار میں بھی لگاتی ہے اور تجارت کرتی ہے تو یہ کیسے اور کیونکہ فرض کر لیا گیا کہ حکومت اس روپیہ کو کسی جائز کاروبار میں نہیں لگاتی ؟ اور اس کا کیسے یقین ہو گیا کہ حکومت کو اس روپیہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بہر حال سود ہی ہوتی ہے ؟ یہ روپیہ ڈیم بنانے یا کسی اور نفع آور اسکیم پر خرچ کیا جا سکتا ہے، اس روپیہ سے حصص کی خریداری بھی ہو سکتی ہے، کوئی مل یا کارخانہ بنایا جا سکتا ہے اور تجارت بھی کی جا سکتی ہے۔ یہ کہنا کہ بینک اس روپیہ کو سودی کاروبار میں لگاتا ہے، انعامی بانڈز کے فریق اور اسکی فروخت سے حاصل شدہ رقم کے مصرف کے بارے میں صحیح معلومات نہ

ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے غلط اور ساقط ہے۔ یاد رکھیے احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے۔ باطنی امور کے جانچنے اور کھنگالنے کا ہمیں مکلف کیا گیا ہے نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہمیں امور ظاہریہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اندرون خانہ کی تفصیلات میں جانے سے ہمیں روک دیا گیا ہے۔[15] حضرت زینب بنت ابو سلمہ کہتی ہیں کہ

أَنَّ أُمَّ سلَمةَ زَوجِ النَّبِيِّ صلَّى اللَّهُ علَيه وسَلَّم، أَخبرَتْهَا، عَنْ رسول اللَّه صَلَّى اللَّهُ عليه وسَلَّم، أَنَّهُ" سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيهِمْ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا، أَوْ لِيَتْرُكْهَا۔[16]

"انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔ آپ ﷺ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو باہر ان کی طرف نکلے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے ایک فریق دوسرے فریق سے بولنے میں زیادہ عمدہ ہو اور میں یقین کر لوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے موافق فیصلہ کر دوں۔ پس جس شخص کے لیے بھی میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے وہ چاہے اسے لے یا چھوڑ دے، میں اس کو در حقیقت دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔"

اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا ظاہر بالکل صاف ہے لیکن اس کے باطن میں کچھ نقص ہوں تو ہمیں اس کے ظاہر کے مطابق معاملات کرنے چاہئیں۔ اس کے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ انعامی بانڈز کی خرید و فروخت اور ان سے ملنے والے انعامات سود نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ حکومت کی طرف سے جو عطیات ملتے ہُں اور تعلیمی اداروں کو گرانٹ دی جاتی ہے ، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبروں کو وظائف، وزیروں اور گورنروں کو مچاہرے اور سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں اور انعامی بانڈز پر انعامات دیے جاتے ہیں یہ سب سرکاری خزانہ سے دیے جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کہ اسٹیٹ بینک میں روپوں کی الگ الگ تشخیص ہو اور سرکاری نوازشات اور دینی اداروں کو دی جانے والی گرانٹ کے روپے الگ ہوں اور انعامیبانڈز پر

انعامات دیے جانے والے روپے نشان زد کر کے الگ رکھے ہوں، حکومت کی تمام آمدنی خواہ بانڈز سے حاصل شدہ رقم کی تجارت کے ذریعہ ہو یا ٹیکسوں کے ذریعہ ہو، اندرون ملک یا بیرون ملک تجارت کی آمدنی ہو یا غیر ملکی امداد ہو یہ تمام رقوم اسٹیٹ بینک میں جمع کر دی جاتی ہیں اور عطیات، تنخواہیں اور انعامات اور سرکاری نوازشات اسی مجموعی آمدنی سے کی جاتی ہیں۔ پھر انعامی بانڈز سے انعامات کو اس لیے ناجائز کہنا کہ یہ اس آمدنی سے دیے جاتے ہیں جس میں سود کی آمیزش ہے یا اس کی تجارت میں نقصان کی شرکت نہیں ہے اور سرکاری نوازشات، عطیات اور تنخواہوں کو ناجائز نہ کہنا ناقابل فہم ہے جبکہ حکومت اپنے تمام اخراجات انعامی بانڈز کی آمدنی یا اس جیسی آمدنی سے ہی کرتی ہے۔[17] یہ اس تحقیق کا خلاصہ ہے جو علامہ غلام رسول سعیدی نے اس بارے کی ہے کہ انعامی بانڈز کی خرید و فروخت اور ان سے ملنے والے انعامات سود نہیں ہیں۔

انعامی بانڈز کی خرید و فروخت اور ان سے ملنے والے انعامات کی حرمت کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا تھا کہ اِن میں قمار پایا جاتا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ احناف کے نزدیک قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس میں جانبین سے شرط ہو یعنی جس عقد یا کھیل میں ہر فریق کو فائدہ یا نقصان لازم ہو وہ قمار ہے۔[18] نیز فقہاء احناف نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ گھوڑ دوڑ، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی میں ایک جانب سے نفع یا نقصان کی شرط جائز ہے۔[19] اس کے علاوہ کسی عقد یا کھیل میں نفع یا نقصان کی شرط ایک جانب سے بھی جائز نہیں ہے اور یہ بھی حکماً قمار اور ناجائز ہے۔ انعامی بانڈز کے انعامات میں قمار بالکل بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں دونوں جانبوں یا ایک جانب سے شرط بالکل بھی نہیں ہے، بانڈرز کی خریداری کے لیے کوئی شرط ہے نہ فروخت کے لیے، خریدنے اور بیچنے والے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی نفع یا نقصان لازم نہیں ہے۔ خریدار جتنے روپوں کا بانڈ خریدتا ہے جب چاہے اتنے روپوں میں اس کو فروخت کر دیتا ہے اور حکومت جو بانڈز پر انعام دیتی ہے وہ محض تبرع ہیں جو محض بانڈز خریدنے کی ترغیب کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔ جیسے بعض کمپنیاں شربت کی بوتل کے ساتھ گلاس مفت دے دیتی ہیں یا بعض ٹوتھ پیسٹ کمپنیاں دو ٹوتھ پیسٹ خریدنے پر تیسری ٹوتھ پیسٹ مفت دے دیتی ہیں، بعض کمپنیاں خریداری پر ڈائری اور کیلنڈر دیتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں لازم یا کسی استحقاق کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اسی طرح حکومت خریداری کا شوق بڑھانے یا ترغیب دلانے کے لیے انعامات جاری کرتی ہے، اس میں کوئی شرط ہے نہ خریدنے والے کا

کوئی استحقاق ہے کیونکہ یہ صرف بیع ہے، قرض اور شراکت نہیں ہے۔ اس لیے اس میں سود کا شائبہ ہے نہ قمار کا۔[20] اس پس منظر سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ غلام رسول سعیدی کے پرائز بانڈز کی خرید و فروخت کرنا اور ان سے ملنے والے انعامات کا حصول جائز ہے، اس میں کسی قسم کا سود پایا جاتا ہے نہ کسی قسم کا قمار۔

۲۔ مفتی منیب الرحمن

مفتی منیب الرحمن نے انعامی بانڈز اور ان سے ملنے والے انعامات کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انعامی بانڈز حکومت پاکستان جاری کرتی ہے، شیڈولڈ کمرشل بینکوں یا قومی بچت کے مراکز کے ذریعے درج قیمت پر انہیں فروکت کرتی ہے اور اسی قیمت پر خریدتی ہے، اس آزادانہ خرید و فروخت میں کسی مدت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ خریدار کی نہ اس میں کوئی رقم ڈوبتی ہے نہ ایسا کوئی خطرہ اس میں ہے اور نہ ہی اسے اس پر کوئی طے شدہ زائد رقم ملتی ہے۔ ان بانڈز کا اس طرح لین دین بغیر کسی شرعی قباحت کے جائز ہے اور اب سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت اپیلٹ بنچ بھی اسے جائز قرار دے چکی ہے۔ جن علماء نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اب بھی اپنے فتویٰ پر قائم ہیں یا رجوع کر چکے ہیں۔ تاہم انہوں نے جو عدم جواز کی بنیاد قائم کی، وہ ان مفروضوں پر تھی کہ یہ قرض ہے جو بینک عوام سے لیتے ہیں اور ان کا سود سب پر مساوی تقسیم کرنے کے بجائے چند افراد کو انعام کی شکل میں دے دیتے ہیں اور ان کے نزدیک چونکہ سود کی مجموعی رقم چند افراد کو مل جاتی ہے اور باقی محروم رہتے ہیں لہذا یہ قمار بھی ہے، لیکن یہ سب مفروضے غلط ہیں، کیونکہ یہ قرض نہیں ہے بلکہ خرید و فروخت ہے، قرض کی واپسی کے لیے مدت متعین ہوتی ہے، انعامی بانڈ میں کسی مدت کا تعین نہیں ہے بلکہ بانڈز کا حامل جب چاہے اسے حکومت کو فروخت کر کے اپنی پوری رقم لے سکتا ہے۔ ان بانڈز کا اجراء حکومت پاکستان کرتی ہے، بینک نہیں کرتے، وہ صرف ان کی خرید و فروخت کے لیے ایجنٹ کا کام کرتے ہیں۔ اس میں کوئی سودی معاہدہ بھی نہیں ہے۔[21] اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ مفتی منیب الرحمن کے نزدیک پرائز بانڈز کی خرید و فروخت اور ان پر ملنے والے انعامات جائز ہے، ان میں سود پایا جاتا ہے نہ قمار۔

۳۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی

حکومتِ پاکستان اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لوگوں سے قرض لیتی ہے اور کچھ سکیموں میں متعین شدہ منافع دیتی ہے۔ پرائز بانڈز وہ تمسکات ہیں جن کے ذریعے حکومتِ پاکستان لوگوں سے پیسے وصول کرتی ہے اور دینے والوں کو ترغیب دینے کی خاطر اس مال کو تجارتی و صنعتی مقاصد میں لگا کر منافع کماتی ہے۔ انعامی بانڈز خریدنے والوں کی ترغیب کی خاطر حاصل ہونے والے منافع میں سے انتظامی اخراجات منہا کرکے باقی کی کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعے انعامی بانڈز خریدنے والوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا، البتہ اصل رقم محفوظ رہتی ہے۔ ہر چند کہ اس صورت میں قباحت ہے کہ بعض خریدار منافع سے محروم اور بعض متمتع ہوتے ہیں، جبکہ سرمایہ سب کا لگا ہوا ہے، تاہم اس خرابی کے باعث چونکہ یہ جُوا یا سُود نہیں، لہٰذا جائز ہے۔[22] ان کے نظریے کے مطابق انعامی بانڈز میں کچھ کو تو منافع ملتا ہے جبکہ کچھ محروم ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں سود اور قمار نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے یہ جائز ہے۔

5۔ تجزیہ

انعامی بانڈز کی خرید و فروخت اور ان پر ملنے والے انعامات سے متعلق سطورِ بالا میں دو بڑے موٴقف بیان کیے گئے ہیں۔ پہلے گروہ کے نزدیک نہ صرف انعامی بانڈز کی خرید و فروخت کی ممنوع ہے بلکہ ان پر ملنے والے انعامات بھی ناجائز و حرام ہیں۔ اس حرمت کے دو بڑے اسباب بیان کیے گئے ہیں کہ ان میں سود پایا جاتا ہے اور دوسرا سبب قمار ہے۔ اس کے برعکس اس کے جواز کے قائلین کہتے ہیں کہ ان میں سود نہیں پایا جاتا کیونکہ سود کی دو اقسام ہیں: ربوٰ الفضل اور ربوٰ النسیئۃ۔ اس پر ربوٰ الفضل کی تعریف صادق آتی ہے نہ ربوٰ النسیئۃ کی۔ انعامی بانڈز کے انعامات میں قمار بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں دونوں جانبوں یا ایک جانب سے شرط بالکل بھی نہیں ہے، بانڈرز کی خریداری کے لیے کوئی شرط ہے نہ فروخت کے لیے، خریدنے اور بیچنے والے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی نفع یا نقصان لازم نہیں ہے۔ مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ انعامی بانڈز قرض نہیں ہے بلکہ یہ ایک بیع ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو بیع کا ہی عنوان دیا

جاتا ہے، اس میں سود پایا جاتا ہے نہ جُوا۔ ان وجوہات کی بناء پر ان کی خرید و فروخت اور ان پر ملنے والے انعامات جائز ہونے چاہییں۔

6۔ خلاصہ بحث

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس ہر وقت اتنا مال ہو جس سے وہ اپنی ضروریات بھی پوری کرتا رہے اور اچانک رونما ہونے والے حوادثات کا بھی آسانی کے ساتھ سامنا کر سکے۔ اس مقصد کے لیے وہ دن رات محنت کرتا ہے اور اپنے مال کو ایسے کاروبار میں خرچ کرنے کی فکر میں رہتا ہے کہ جس میں اس اصل مال بھی بچا رہے اور اسے منافع بھی ملتا رہے۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے حکومتی اور پرائیویٹ سطح پر مختلف اسکیمیں متعارف کرائی گئی ہیں جو اصل مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ منافع کی بھی پیشکش کرتی ہیں۔ پرائز بانڈز کا شمار بھی انہی اسکیموں میں ہوتا ہے کہ انسان بینک سے پیسوں کے بدلے انعامی بانڈز خریدتا ہے اور جب چاہے اتنے ہی پیسوں میں فروخت کر سکتا ہے۔ پرائز بانڈز کی خریداری میں رغبت دلانے کے لیے حکومتِ پاکستان نے مختلف انعامات کا اعلان کر رکھا ہے۔ انعامی بانڈز کی خرید و فروخت اور ان پر ملنے والے انعامات کے شرعی حکم سے متعلق پاکستانی مسلم علماء کرام کے دو گروہ ہیں۔ کچھ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے کہ اس میں سود اور قمار ایسی خرابیاں پائی جاتی ہیں جبکہ کچھ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان دونوں گروہوں کے موقف اور اُن کے دلائل کا تجزیہ کرنا ضروری تھا۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے زیر نظر مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

Biblography

[1] Sami Ul Allah,Priz Bond Ki Shari Hasiat(Karachi:Maktaba Umar Farooq,2008),17-
[2] Mufti Muneeb Ul Rahman,Tafheem Ul Masail(Lahore:Zia Ul Quran Publications ,2013),336-
[3] Lahore:Zia Ul Quran Publications ,2013-
[4] AlWifaq,1:1,P:63-79-
[5] Syed Abu Ala Modoodi,Rasail o Masail(Lahore:Pen Islamic Publishers,1975),3/335-336-
[6] Fatawa Beyenat (Karachi:Maktaba Beyenat,2006),4/218-219-
[7] Sami Ul Allah,Priz Bond Ki Shari Hasiat,P:15-
[8]- Mufti Rasheed Ahmad Ludhyanawi,Ahsan Ul Fatawa(Krachi:H-M Saeed Company,SN),7/26-
[9] Moulana Muhammad Yousaf Ludhyanawi,Ap ke Masail aur Un ka Hal(Karachi:Maktba Ludhyanawi,1989),7/378-
[10] Mufti Abdulsalam Chatgrami,Jawahir Ul Fatawa(Baghdad:Matbatulbisri,1969),3/189-
[11] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim(Lahore:Fareed Book Stall,2002),4/115-
[12] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim,4/115-116-
[13] Muhammad Bin Ismail Bukhari, Al-Jame Al-Sahi,Kitab Ul Istiqraz ,Bab u Hal Yuta Akbar Min Sinhe,Hadith:2392(Lahore:Maktaba Rehmania,s n),2/123-
[14] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim,4/117-118-
[15] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim,4/119-
[16] Muhammad Bin Ismail Bukhari, Al-Jame Al-Sahi ,Hadith:7118,2/617-
[17] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim,4/120-
[18] Ibn e Abdeen Shami,Radd ul Mukhtar(Istanbol:Matba Usmania,1327),5/355-
[19] Allama Abu ul Barkat Abdullah Bin Ahmad Bin Mahmood Nasfi,Kanz ul Daqaiq(Karachi:Muhammad Saeed and Sons,sn)430-
[20] Ghulam Rasool Saeedi,Sharah Sahi Muslim,4/124-125-
[21] Mufti Muneeb Ul Rahman,Tafheem Ul Masail,1/336-
[22] 6-10-2011، http://www.thefatwa.com/urdu/questionID/1211/